سلسلہ اصلاحِ امروز

الٰہی حاکمیت اور انسانی ذمہ داری

ڈاکٹر جے۔ آئی۔ پیکر

مترجم

ڈاکٹر ایلیاہ مسیؔ

﴾سلسلہ اصلاحِ امروز﴿

الٰہی حاکمیت

اور

انسانی ذمہ داری

ڈاکٹر جے۔ آئی۔ پیکر

مترجم

ڈاکٹر ایلیاہ مسیح

کتاب: الٰہی حاکمیت اور انسانی ذمہ داری

مصنف: ڈاکٹر جے۔آئی۔پیکر

مترجم: ڈاکٹر ایلیاہ مسیّح

اشاعت: نومبر 2020

قیمت: یہ کتاب برائے فروخت نہیں ہے(Not for sale)

ناشرین: اُردُو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی www.ucrt.org

چیپل لائبریری(Chapel Library) آئی وی پی IVP پریس انگلینڈ اور امریکہ

کی اجازت سے ترجمہ و اشاعت کی گئی ہے۔

"شخصی اور گروپ مطالعہ کے لئے اس کتابچہ کی پی ڈی ایف کاپی

ہماری ویب سائٹ سے حاصل کی جا سکتی ہے"

فہرستِ مضامین

الٰہی حاکمیت

کیا خُدا اپنی دُنیا میں حاکمِ اعلیٰ ہے؟

مَیں اس عمومی سچائی پر اپنا سارا وقت خرچ نہیں کرنا چاہتا کہ خُدا اپنی دُنیا میں حاکمِ اعلیٰ ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ مسیحی ہیں تو اس پر زور دینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آپ اِس بات کے پہلے سے قائل ہیں۔ مجھے یہ کیسے پتہ ہے؟ مَیں یہ بات اس لئے جانتا ہوں کہ اگر آپ مسیحی ہیں تو آپ دُعا کرتے ہیں اور خُدا کی حاکمیتِ اعلیٰ آپ کی دُعاؤں کی بنیاد ہے۔ دُعا میں آپ بعض چیزوں کے لئے خُدا سے درخواست کرتے ہیں اور بعض کے لئے اُسکی شکرگزاری کرتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کیونکہ آپ مانتے ہیں کہ وہ تمام اچھی چیزیں جو آپ کے پاس ہیں اور وہ چیزیں جن کی آپ مستقبل میں اُمید رکھتے ہیں خُدا ہی اُن سب کا سرچشمہ۔ مسیحی دُعا کا یہ بنیادی اصول ہے۔ ایک مسیحی کی دُعا کا مقصد دستِ خُدا کو مجبور کرنے کی کوشش نہیں بلکہ اپنی بے چارگی اور اُس پر انحصار کا ایک عاجز اعتراف ہے۔ جب ہم دُعا میں اپنے گھٹنوں پر جُھکتے ہیں تو اس سے مُراد یہ ہے کہ دُنیا ہمارے قابو میں نہیں ہے۔ یہ ہماری بساط نہیں کہ ہم اپنی کوشش اور جدوجہد سے اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔ ہر اچھی چیز جس کے ہم اور دوسرے خواہشمند ہیں وہ خُدا سے مانگی جاتی اور اُسی سے ملتی ہے یعنی ہر شے خُدا کی بخشش ہے۔

اگر یہ بات ہماری روز کی روٹی کی بابت سچ ہے (دُعائے ربانی ہمیں ایسا سکھاتی ہے) تو روحانی بخشش کے لئے تو یہ اور ہی زیادہ سچ ہے۔ جب ہم خُدا سے دُعا کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے لئے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ بعد میں چاہے ہم جو کچھ بھی عذر پیش کریں مگر جب ہم دُعا کرتے ہیں تو ہم اپنی بے بسی اور خُدا کی حاکمیت کا اقرار کرتے ہیں۔ دُعا

کرنا درحقیقت ایک مسیحی کے لئے اپنے خُدا کے اختیار کو ماننے کا مثبت و مستحکم ثبوت ہے۔

کیا خُدا نجات میں حاکم اعلیٰ ہے؟

ایک بار پھر مَیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے بہت زیادہ وقت خرچ نہیں کرنا چاہوں گا کہ خُدا نجات میں بھی حاکم ہے۔ اس سچائی کو بھی آپ پہلے سے قبول کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل دو حقائق اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

۱) آپ اپنے تبدل کے لئے شکرگزاری کرتے ہیں

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اپنے تبدل کے لئے خُدا کی شکرگزاری کرتے ہیں۔ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ آپ اپنے دل میں اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ یہ کام کلی طور پر خُدا کا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو نہیں بچایا۔ خُدا نے آپ کو نجات بخشی ہے۔ اس لئے آپکی شکرگزاری اس بات کی قبولیت ہے کہ آپکا تبدل و نجات آپ کا اپنا کام نہیں بلکہ خُدا کا نجات بخش فعل ہے۔ آپ اپنے تبدل کو ایک اتفاق یا حادثہ بھی نہیں قرار دیتے کہ اچانک آپ پر مسیحی اثر ہونے لگا۔ اور یہ کہ آپ ایک کلیسیا میں جانے لگے، آپ نے مسیحی انجیل سنی، آپ کسی دوسرے مسیحی سے ملے یا مسیحی خاندان میں پرورش پائی اور بائبل مقدس اچانک آپکے ہاتھوں میں گر پڑی اور آپ نے خود اپنے لئے مسیح کی ضرورت کو محسوس کیا اور اُس پر ایمان لائے۔ آپ اپنی توبہ اور اعتقاد کو بھی اپنی حکمت، دُور اندیشی اور دانشمندانہ فیصلے اور شعور کے زمرے میں نہیں ڈال سکتے۔ شاید جن دِنوں آپ مسیح کی کھوج میں تھے، آپ نے بڑی کوشش کی، بہت کچھ پڑھا اور اُس پر غور کیا تاہم یہ ساری کی ساری کوشش تبدل کو آپکا کام نہیں بنا سکتی۔ ایمان لانے کا عمل صرف اِس معنوں میں آپکا تھا کہ اِسے ادا آپ نے کیا ہے لیکن اس سے ہرگز مُراد یہ نہیں کہ آپ نے اپنے آپ کو خود بچایا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا آپ کے ساتھ کبھی اس لئے نہیں ہوا کہ کہیں آپ تصور کر بیٹھیں کہ آپ نے اپنے آپ کو خود بچایا ہے۔

جب آپ ماضی پر نظر دوڑاتے ہیں تو آپ انجیل کے پیغام کی جانب اپنی بے بصری، نادانی، بے توجہی، ہٹ دھرمی، اور حیلہ بازی کا الزام اپنے ہی اُوپر لگاتے ہیں۔ لیکن آپ اپنی کمر

پر خود تھپکی لگا کر یہ نہیں کہتے کہ مَیں نے مسیح کو اپنے بزورِ بازو حاصل کیا ہے۔ آپ کبھی خواب میں بھی نجات کے کام کو خُدا اور اپنے درمیان یکساں طور پر تقسیم نہیں کر سکتے۔ آپ ایک بھی لمحے کے لئے ایسا سوچ نہیں سکتے کہ نجات کا فیصلہ کن کام خُدا کی بجائے آپ کا اپنا تھا۔ آپ نے کبھی خُدا کو یہ بھی نہیں بتایا ہوگا کہ مَیں تیرے فضل کے لئے تو تیرا شکرگزار ہوں مگر مجھے اپنا بھی شکرگزار ہونا چاہیے کیونکہ مَیں نے تیری بلاہٹ کا ردِعمل دیا ہے۔ خُدا سے ایسی گفتگو کا خیال بھی رُوگردانی کا تصور پیدا کرتا ہے۔ آپ ایمان اور توبہ کی بخشش کے لئے خُدا کے اُسی قدر شکرگزار ہوتے ہیں جتنا مسیح کی بخشش اور اُس پر بھروسہ کرنے کے۔ یہ وہ حقیقت ہے جب سے آپ مسیحی بنے ہیں اسی طرح آپکا دل آپکی رہنمائی کرتا ہے۔ آپ اپنی نجات کے لئے سارا جلال خُدا کو دیتے ہیں۔ اور آپکو معلوم ہے کہ اگر آپ ایمان کی بخشش کے لئے خُدا کا شکر کرنے سے انکار کرتے ہیں تو آپ خُدا کے خلاف گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ پس آپ جس طرح سے اپنے تبدل اور نجات کے بارے میں سوچتے اور خُدا کا شکر کرتے ہیں اس میں آپ خُدا کے فضل کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور دُنیا میں ہر ایک حقیقی مسیحی ایسا ہی کرتا ہے۔

جان ویسلی سے چارلس سائمن کی گفتگو

اس ضمن میں یہ بات بڑی سبق آموز ہے کہ 20 دسمبر 1784 کو چارلس سائمن کے ساتھ جان ویسلی کی گفتگو پر غور کیا جائے جسے ویسلی نے اپنے جریدے میں شائع کیا ہے۔

سائمن: جناب مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے آپکو آرمینین کہلاتے ہیں اور بسا اوقات لوگ مجھے کیلونسٹ کہتے ہیں۔ اس لئے عمومی طور پر ہم ایک دوسرے کے برعکس ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ مَیں گفتگو میں اور آگے بڑھوں، آپکی اجازت کے ساتھ چند سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ دُعا کے بعد۔۔۔ جناب، کیا آپ اپنے آپکو ایک برگشتہ مخلوق تصور کرتے ہیں۔ اس قدر برگشتہ کہ اگر خُدا پہلے آپکے دل کو تبدیل نہ کرتا تو آپ خود اُسکی جانب رجوع لا سکتے تھے؟

ویسلی: ہاں! حقیقت میں مَیں ایک مکمل برگشتہ شخص ہوں۔

سائمن: کیا آپ اپنے کسی بھی کام سے اپنے آپ کو خُدا کے منظورِ نظر بنا سکتے تھے اور صرف مسیح کے خون اور اُس کی راستبازی کے ذریعہ نجات کی توقع رکھتے ہیں؟

ویسلی: ہاں! صرف مسیح کے ذریعے۔

سائمن: لیکن جناب، اگر آپ نے جب پہلے مسیح کے ذریعے پوری نجات حاصل کی ہے تو پھر اس کے بعد آپ اپنے کسی کام کے ذریعے اپنے آپ کو نہیں بچاتے؟

ویسلی: نہیں! مَیں شروع سے آخر تک مسیح کے ذریعے نجات پاتا ہوں۔

سائمن: جب آپ سب سے پہلے خُدا کے فضل سے نجات حاصل کرتے ہیں تو پھر آپ اس میں اپنے آپکو اپنی قدرت سے قائم رکھ سکتے ہیں؟

ویسلی: نہیں۔

سائمن: تو پھر ایسا نہیں ہے کہ جس طرح ایک ماں اپنے نومولود بچے کو ہر لمحہ اپنے بازوں میں رکھتی ہے اسی طرح خُدا بھی آپکو ہر گھڑی اور ہر لمحہ سنبھالتا نہیں ہے؟

ویسلی: ہاں، مکمل طور پر

سائمن: کیا آپ کی پوری اُمید خُدا کے فضل اور رحم میں نہیں ہے کہ وہ آپکو خُدا کی بادشاہی میں محفوظ رکھے۔

ویسلی: میری خُدا کے علاوہ کوئی اور اُمید نہیں ہے۔

سائمن: تو پھر جناب یہ سب تو میری کیلون ازم ہے۔ یہ میری الٰہی برگزیدگی (چناؤ) ہے، یہ ایمان کے ذریعے راستباز ٹھہرایا جانا ہے اور میری ابدی استقامت ہے۔ اور اگر آپ برائے مہربانی ایسی اصطلاحات اور نقاط پر غور کرنے کی کوشش کریں جو ہمارے درمیان موافقت کی بنیاد ہے تو ہم دلی طور پر جہاں ممکن ہے اتفاق کر سکتے ہیں۔[1]

☆ مترجم: اس گفتگو میں مصنف کا مقصد فضل کے نظریات کو مشہور آرمینین خادم کے سامنے پیش کرنا اور اُسکا جواب پیش کرنا معلوم ہوتا ہے تاکہ آج لوگ اس بائبلی نقطہ کو سمجھ سکیں۔

---

[1] دیکھئے: *Horae Homileticcae*, Preface: I xvii f.

۲) آپ دوسروں کے تبدل کے لئے دُعا کرتے ہیں

ایک دوسرے طریقے سے بھی آپ نجات میں خُدا کی حاکمیت کوتسلیم کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ آپ دوسروں کے تبدل کے لئے دُعا کرتے ہیں۔اب آپ دوسروں کی شفاعت کن بنیادوں پر کرتے ہیں؟ کیا آپ خُدا سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اُنکو اُس مقام پر لے آئے جہاں وہ خُدا کے بغیر خود نجات حاصل کرلیں؟ میرے خیال میں آپ ایسا نہیں کرتے۔مَیں جانتا ہوں کہ آپ خُدا سے بالکل صاف صاف یہ دُعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی قدرت سے اُنہیں قطعی طور پر نجات بخشے۔ اور آپ یہ دُعا کرتے ہیں کہ خُدا اُنکی عقل کی آنکھوں کو کھولے ، اُنکے دلوں کو ملائم کرے،اُنکی سرشت کو نیا بنائے اور اُنکی مرضی کو منجی کی قبولیت کے موافق بنائے۔ پھر آپ دُعا کرتے ہیں کہ نجات کے تمام ضروری اقدام میں خُدا خود کارفرما ہو۔آپ دُعا میں ایسا ہرگز تصور نہیں کرتے کہ خُدا کے لئے کسی کو ایمان بخشنا مشکل ہے۔آپ ہرگز ایسا نہیں کرتے۔ جب آپ غیرایماندار لوگوں کے لئے دُعا کرتے ہیں تو آپ اِس اُمید کے ساتھ کرتے ہیں کہ خُدا کی قدرت اُنکو ایمان بخش سکتی ہے۔آپ خُدا سے التجا کرتے ہیں اور اُسی پر آپ کا بھروسہ ہے کہ وہ یقینی طور پر ایسا کرسکتا ہے جس کے لئے آپ منت کررہے ہیں۔حقیقت میں خُدا ایسا کر بھی سکتا ہے۔ شفاعت میں خُدا کی قدرت کے بارے میں ایسا یقین خُدا کی اپنی سچائی پر مبنی ہے جو روح القدس نے آپ کے دل میں ڈالی ہے۔

دُعا میں آپ ایک ذی فہم اور ذی عقل مسیحی ہونے کے ناطے یہ تصور کرتے ہیں کہ خُدا ہی ہے جو آدمیوں کو نجات بخشتا ہے۔اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جو چیز انسان کو خُدا کی طرف رجوع کراتی ہے وہ خُدا کے فضل کا نجات بخش کام ہے جو اُنکو خُدا کی طرف کھینچ لاتا ہے۔اور آپکی دُعا کا مرکز اور مطمع نظر خُدا کی سچائی کا فہم ہے۔یوں شفاعت کے عمل کے ذریعے آپ نہ صرف اپنی نجات کے لئے خُدا کا شکر کرتے ہیں بلکہ دوسروں کی نجات کے لیے بھی خُدا کے فضل کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں جس طرح ہر جگہ پر تمام مسیحی کرتے ہیں۔

کیاخُدا حقیقی مالک ہے؟

یہ کلیسیا میں ایک بہت پرانا تنازعہ ہے کہ آیا انسانی افعال اور نجات بخش ایمان کے تعلق میں خُدا در حقیقت مالک اور حاکم ہے کہ نہیں۔ ابھی تک جو کچھ بھی ہم نے کہا اُسکی روشنی میں اِس متنازع بات کو دیکھتے ہیں۔ یہ معاملہ ایسا نہیں جیسا دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات بھی سچ نہیں کہ بعض مسیحی خُدا کی حاکمیت کو مانتے ہیں اور بعض اِس کے برعکس نظریہ رکھتے ہیں۔ حقیقت میں تو تمام مسیحی خُدا کی حاکمیت کو مانتے ہیں تاہم اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو اس بات سے واقف نہیں کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور غلطی سے اِس کی تردید کرتے ہیں۔ اس معاملہ اور مسئلہ کی وجہ کیا بنتی ہے؟ بنیادی وجہ تو وہی ہے جو کلیسیا میں عمومی طور پر غلطی کا موجب بنتی ہے یعنی جبری عقلیت پسندی کی قیاس آرائیاں، بالقصد توافق، وجود کے بھید کی پہچان انسان سے خُدا کی خردمندی کی ہچکچاہٹ۔ اور نتیجہ کے طور پر کلام مقدس کی انسانی استدلال سے مغلوبیت۔

لوگ یہ تو دیکھتے ہیں کہ کلامِ مقدس انسانی افعال کی ذمہ داری اُس پر ڈالتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انسان حقیقت میں یہ دیکھ ہی نہیں سکتا کہ کس طرح خُدا کی حاکمیت اُن کے ساتھ موافقت رکھتی ہے اور انسانی افعال پر خُدا کیسے اختیار رکھتا ہے۔ وہ اس بات پر غیر اطمینانی کا شکار ہیں کہ ہم اِن سچائیوں کو اکٹھے دیکھ سکتے ہیں جیسا کہ کلامِ مقدس میں ہے۔ وہ انسانی ذمہ داری کی بابت بائبلی سچائی پر قائم رہنے کے لئے جلد بازی کا شکار بن کر الٰہی حاکمیت کی بائبلی سچائی کو ردّ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سارے حوالہ جات کو اپنی تاویلوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

بھیدوں کو بائبل کی سچائی سے منقطع کرنا نفسانی ذہن کا فطری عمل ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ حتیٰ کہ ایک اچھا شخص بھی اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ دوامی اور تکلیف دہ تنازعہ موجود ہے۔ حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ جب ہم پوچھتے ہیں کہ دونوں اطراف کے لوگ کس طرح دُعا کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ جو خُدا کی حاکمیت کا انکار کرتے ہیں وہ بھی اُتنا ہی اُسکو مانتے ہیں جتنا خُدا کی حاکمیت کی تصدیق کرنے والے۔

پھر آپ کیسے دُعا کرتے ہیں؟ کیا آپ خُدا سے اپنی روز کی روٹی کی درخواست کرتے ہیں؟ کیا آپ اپنے تبدل کے لئے خُدا کا شکر کرتے ہیں؟ کیا آپ دوسرے کے تبدل کے لئے دُعا کرتے ہیں؟ اگر آپ کا جواب نہیں میں ہے تو مَیں صرف اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ آپ ابھی تک نئے سرے سے پیدا نہیں ہوئے۔ تاہم اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو آپ ماضی میں اِس سوال کے مباحثہ کے چاہے جس طرف بھی کھڑے ہوں اب آپ اپنے دل میں خُدا کی حاکمیت پر کسی دوسرے سے کم ایمان نہیں رکھتے۔ اپنے قدموں پر کھڑے ہم شاید خُدا کی حاکمیت کے بارے میں حیلہ وحجت کرتے ہیں لیکن جب ہم اپنے گھٹنوں پر جھکتے ہیں تو سب اِس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ خُدا تمام باتوں میں حاکمِ اعلیٰ ہے۔ اور یہ عمومی اتفاقِ رائے ہے جس کا ثبوت ہماری دُعائیں پیش کرتی ہیں اور یہی خُدا کی حاکمیت کو سمجھنے کا نکتۂ آغاز ہے۔

الٰہی حاکمیت اور انسانی ذمہ داری

اس مطالعہ میں ہمارا مقصد مسیحی بشارت کے عمل کی ماہیت کو نجات میں خُدا کی حاکمیت کے متفقہ تصور پر غور کرنا ہے۔ شروع میں ہی ہمیں اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ کوئی آسان ذمہ داری نہیں ہے۔ غافل اور غیر محتاط لوگوں کے لئے تمام تر الہیاتی موضوعات خطرات سے بھرپور ہیں کیونکہ خُدا کی سچائی ایسی ہے جس کی اُمید انسان نے کبھی نہیں کی۔ اور ہمارا یہ موضوع بہتوں کے لئے ایک سرابِ نظر بھی ہوسکتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ شاید اُنکو ایسا لگے کہ بائبل کے مکاشفہ میں ہم ایک تضاد سے معاملہ کرنے جا رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ہمارے محدود اور برگشتہ ذہن بڑی جلدی گمراہ ہوسکتے ہیں۔

ایک ''تضاد'' کی وضاحت

تضاد کیا ہے؟ آکسفورڈ کی اختصاری لغت اس کی تعریف یوں کرتی ہے:

''دو نتائج یا تصفیوں کے مابین ایسا تناقض یا اختلاف جو یکساں طور پر منطقی، مدلل اور ضروری معلوم ہو۔''

ہمارے مقاصد کے لئے یہ تعریف اتنی درست نہیں ہے۔ اس کے تمہیدی الفاظ یہ ہونے چاہیں ''تضادات کے آثار''۔ علمِ الٰہی میں ''تضاد'' کا مکمل نقطہ یہ ہے کہ بہر صورت یہ حقیقی تضاد نہیں ہے اگرچہ یہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ یہ دو غیر مبہم سچائیوں کے درمیان نمایاں ناموافقت ہے۔ تضاد اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب دو بظاہر ناقابلِ مصالحت مگر ناقابلِ تردید اصولات برابر کھڑے ہوتے ہیں۔ دونوں اصولات پر اعتقاد کے لئے قوی اور معقول ہیں۔ دونوں واضح اور

پختہ شہادتوں پر مبنی ہیں۔ لیکن آپکے لئے شاید یہ بھید ہو کہ کس طرح یہ دونوں اصولات ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کر سکتے ہیں؟ آپ اپنی چشمِ تصور میں اِن میں سے ایک کو صحیح دیکھنا چاہتے ہیں لیکن آپ یہ نہیں دیکھتے کہ کس طرح یہ دونوں باہم درست ہو سکتے ہیں۔

ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ جدید طبعیات کو روشنی کی تحقیق میں ایک تضاد کا سامنا ہے۔ اب بات کے قوی شواہد موجود ہیں کہ روشنی ارتعاشی لہروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ اس بات کا بھی اُتنا ہی قوی ثبوت ہے کہ روشنی میں دقیق پارٹیکل (Particles) شامل ہیں۔ اس لئے یہ واضح نہیں کہ روشنی کس طرح لہروں اور پارٹیکل کا مجموعہ ہو سکتی ہے۔ تاہم چونکہ ثبوت موجود ہیں اس لئے اِن میں سے کسی بھی نقطۂ نظر کو اُسکی حمایت میں دوسرے کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اور نہ ہی ایک کو دوسرے تک محدود کیا جا سکتا یا اُسکی کوئی اور وضاحت کی جا سکتی ہے لیکن دونوں کو باہم اختیار کیا جا سکتا ہے۔ تاہم دونوں بظاہر ناموافق نقاط کو اکٹھے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ایسی ضرورت ہمارے متناسب ذہنوں کو الزام دیتی ہے اور بے شک اگر ہم حقائق سے مخلص ہیں تو اس میں ایسا نہ کرنا ممکن نہیں۔

متناقصہ (Paradox) نہیں ہے

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ''تضاد'' ایک ''متناقصہ'' نہیں ہے۔ متناقصہ ایک استعارہ اور لفظوں کا کھیل ہے۔ یہ ایسے بیانیے کی صورت ہے جو بظاہر دو مخالف تصورات کو متحد کرتا ہے یا پھر یہ اُسی چیز سے اس کی تردید کرتا ہے جس سے اس کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اور مسیحی زندگی کے بارے میں بھی بہت ساری سچائیاں متناقصی صورت میں بیان گئی ہیں۔ مثلاً ایک دُعاؤں کی کتاب میں لکھا ہے: ''خُدا کی خدمت مکمل طور پر آزاد ہے لیکن غلام بننے کے ذریعے انسان آزاد ہو جاتا ہے۔'' اسی طرح پولُس رسول بھی اپنی زندگی کے کئی ایک تجربات کو متناقصی اسلوب میں بیان کرتا ہے۔ مثلاً:

''غمگین مگر خوش۔۔۔ کنگال مگر دولتمند'' (2۔ کرنتھیوں 6 باب 10 آیت)

''کمزوری میں روز آور'' (2۔ کرنتھیوں 12 باب 10 آیت)

یوں متناقصہ کا نقطہ یہ ہے کہ اس میں وہ چیز جو تضاد یا تردید کا اظہار کرتی ہے وہ حقائق نہیں بلکہ الفاظ

ہیں۔تضاد یا تردید لفظی ہے نہ کہ حقیقی۔ایک معمولی سوچ ظاہر کرتی ہے کہ یہ کس طرح غیر اہم ہے اور اسی غیر متناقص صورت میں بھی ایسا ہی ہے۔علاوہ ازیں یہ کہ ایک متناقصہ ہمیشہ نا قابل اعتنا ہوتا ہے۔مندرجہ بالا مثالوں پر غور کریں۔دُعاؤں کی کتاب یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ وہ جو خُدا کی خدمت کرتے ہیں وہ گناہ کی غلامی سے آزاد ہو جاتے ہیں۔2۔کرنتھیوں 6 باب 10 آیت میں پولُس رسول نے کہا تھا کہ وہ اپنے حالات میں غمگین مگر خُدا میں خوش ہے اور یہ دونوں متناقص باتیں اُسکے تجربے میں شامل ہیں۔اور اگر چہ وہ کسی جائیداد کا مالک نہیں اور نہ ہی اُسکے بینک میں رقم جمع ہے مگر شعوری طور پر وہ مانتا ہے کہ ہر چیز اُسکی ہے کیونکہ ہر چیز مسیح کی ہے اور مسیح ہر چیز کا مالک ہے اور پولُس مسیح کا ہم میراث ہے۔

اسی طرح 2۔کرنتھیوں 12 باب 10 آیت میں بھی وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ خُداوند اُسکو اُس وقت سب سے زیادہ قوت بخشتا ہے جب اُسے اپنی فطری کمزوری کا اِدراک ہوتا ہے۔گفتار کے ایسے غیر متناقص اسلوب، متناقص اسلوب کے مقابلے میں بے ڈول اور کمزور محسوس ہوتے ہیں تاہم وہ بالکل ویسا ہی مفہوم پیش کرتے ہیں۔متناقص محض اس حقیقت کا نام ہے کہ آپ الفاظ کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔تاہم متناقص کا اطلاق عملِ گفتار میں ایک متاثر کن اسلوب ہے۔لیکن جو آپ بیان کر رہے ہیں اس کا ہرگز مطلب حقائق میں تضاد نہیں ہیں۔

مزید یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ متناقصہ ہمیشہ قابلِ فہم ہوتا ہے۔ایک مقرر یا مصنف اپنے تاثرات وتصورات کو متناقصی انداز میں اس لئے بیان کرتا ہے کہ اُن کو یاد رکھنے کے قابل بنایا جائے اور اُن کے بارے میں خیالات کو اُبھارا جائے۔لیکن اُن کو سننے یا پڑھنے والے شخص کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ پیچیدہ باتوں کو سلجھانے کی قوتِ فکر رکھتا ہو بصورتِ دیگر یہ اُس کے لئے خود تضادی اور غیر معنویت کا باعث بن سکتا ہے۔ایک نا قابل فہم متناقصہ محض تضاد کی بنا پر ایک فرق نہیں ہے۔اس صورت میں متناقصہ ایک خالص بے معنویت ٹھہرے گا۔

اس کے برعکس ایک ''تضاد'' نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی قابلِ فہم۔اور یہ استعارہ بھی نہیں ہے مگر صرف دو بیانیوں کے درمیان حقائق کے تعلق کا مشاہدہ ہے۔تضاد دانستہ طور پر تیار بھی نہیں گیا بلکہ حقائق کے ذریعے ہم پر لاگو گیا جاتا ہے۔یہ نا گزیر اور نا قابلِ حل ہے۔چونکہ تضاد ہم

نے ایجاد نہیں کیا اس لئے ہم اس کی وضاحت بھی نہیں کر سکتے۔اور نہ ہی ہم اس سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

تضاد کا جواب

کسی کو تضاد کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ برائے مہربانی مندرجہ ذیل باتوں پر غور کریں۔

۱) جو کچھ بھی ہے اُسے قبول کریں اور اُسکے ساتھ جئیں۔

۲) متضاد کو حقیقت نہ سمجھیں۔متناقص کی مماثلت کو اپنی تفہیم کے مطابق لکھیں۔دو اصولات کو مدِ مقابل باتوں کے طور پر تصور نہ کریں بلکہ اس طرح سوچیں کہ ابھی اِن دونوں کے اتمامی تعلق پر میری گرفت نہیں ہے۔

۳) اِن کو بے سمجھی سے مرتب کرنے سے گریز کریں اور نہ ہی اِن دونوں سے ایسا نتیجہ نکالیں جو ایک دوسرے پر ضرب لگائے (ایسا نتیجہ اسی وجہ سے یقینی طور پر ناقص ہوگا)۔

۴) ہر ایک کو اس کے حلقہ کی حدود میں ہی استعمال کریں (مثلاً: ایسا دائرہ کار جو ثبوت سے متعین ہو اور جہاں سے اصول اخذ کیا گیا ہو)۔

۵) دونوں حقائق کے درمیان تعلقات اور نقاط کی ساخت کا مشاہدہ کریں اور حقیقت کو اس انداز میں ذہن نشین کریں جو دونوں میں باہمی ہم آہنگی پیدا کرے۔یاد رکھیں کہ حقیقت خود دونوں کی شمولیت کا ثبوت دیتی ہے۔

تضادات کے اصولات کو چاہے فطرت یا پھر پاک نوشتوں کی نسبت سے ہو اسی طرح استعمال کرنا چاہیے۔جیسا کہ مَیں سمجھتا ہوں جدید طبعیات ایسے ہی روشنی کے مسئلہ کو دیکھی اور سمجھتی ہے اور مسیحیوں کو بھی بائبلی تعلیم میں متناقصات اور متضادات کو بھی اسی طرح سمجھنا اور استعمال کرنا چاہیے۔

تضاد: خُدا بطور بادشاہ اور بطور منصف

ہمارے موضوع سے متعلق درپیش مخصوص تضاد الٰہی حاکمیت اور انسانی ذمہ داری کے درمیان ظاہری طور پر بالمقابل معلوم ہوتا ہے۔یا پھر اگر بائبلی طور پر کہا جائے کہ خُدا بطورِ بادشاہ کیا

کرتا ہے اور خُدا بطورِ منصف کیا کرتا ہے؟ کلامِ مقدس ہمیں سکھاتا ہے کہ بحیثیتِ بادشاہ خُدا تمام اشیا پر اختیار رکھتا ہے اور انسانی افعال بھی اس میں شامل ہیں اور اُس کے اپنے ازلی اِرادہ اور مقصد سے موافقت رکھتے ہیں۔ ۲

پاک نوشتے یہ بھی سکھاتے ہیں کہ بطور منصف خُدا ہر ایک شخص کو اُسکے انتخابات اور افعال کی انجام دہی کے لئے جوابدہ بھی ٹھہراتا ہے۔ ۳ یوں انجیل کے سننے والے اپنے ردِعمل کے ذمہ دار ہیں۔ اگر وہ خوشخبری کو ردّ کرتے ہیں تو اپنی بے ایمانی کے قصوروار ہیں۔"۔۔۔جو اُس پر ایمان نہیں لاتا اُس پر سزا کا حکم ہو چکا۔۔۔" ۴ اسی طرح پُولُس رسول کے سپرد انجیل کا پیغام کیا گیا تھا اور وہ اس پیغام کی منادی کا ذمہ دار تھا۔ اگر وہ اپنے فرض کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ اپنے وعدہِ ذمہ داری کو پورا نہ کرنے کی سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ "اگر خوشخبری سناؤں تو میرا کچھ فخر نہیں کیونکہ یہ تو میرے لئے ضروری بات ہے بلکہ مجھ پر افسوس ہے اگر خوشخبری نہ سناؤں؛" ۵ بائبل مقدس کے اندر خُدا کی حاکمیت اور انسان کی ذمہ داری کو ساتھ ساتھ سکھایا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو یہ دونوں پہلو ایک ہی متن میں ایک ساتھ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً "کیونکہ ابنِ آدم تو جیسا اُسکے حق میں مقرر ہے جاتا ہے مگر اُس شخص پر افسوس جس کے وسیلہ سے پکڑوایا جاتا ہے!؛" ۶ اس لئے الٰہی حاکمیت اور انسانی ذمہ داری یہ دونوں ہمیں ایک ہی الٰہی اختیار سے بخشے گئے ہیں۔ یوں اِن دونوں پہلوؤں کو ایک دوسرے کے برعکس نہیں سمجھنا چاہیے یعنی:

☆ انسان ایک اخلاقی کارندہ ہے اگرچہ وہ الٰہی حاکمیت کا پابند بھی ہے۔

☆ **انسان خُدا کی حاکمیت کا پابند ہے اگرچہ وہ ایک اخلاقی کارندہ بھی ہے۔**

---

۲ پیدائش 45باب 8 آیت؛ 1باب 20 آیت؛ امثال 16باب 9 اور 21 آیت؛ متی 10باب 29 آیت؛ اعمال 4باب 27 سے لیکر؛ رومیوں 9باب 29 سے لیکر؛ افسیوں 1باب 11 آیت اور ایسے حوالہ جات۔

۳ متی 25باب؛ رومیوں 2باب 1 تا 16 آیات؛ مکاشفہ 20باب 11 تا 13 آیات جیسے حوالہ جات۔

۴ یوحنا 3باب 18 آیت؛ اور مزید متی 11باب 20 تا 24 آیات؛ اعمال 13باب 38 تا 41 آیات؛ 2۔تھسلنیکیوں 1باب 7 تا 10 آیات۔

۵ 1۔کرنتھیوں 9باب 16 آیت اور مزید حزقی ایل 3باب 17 آیت سے لیکر؛ 23باب 7 آیت سے لیکر۔

۶ مثلاً لوقا 22باب 22 آیت۔ یہاں پر ابنِ آدم کی موت کو پہلے سے مقررہ الٰہی منصوبہ بیان کیا گیا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اُس شخص کو مسیح کے پکڑوانے کا ذمہ دار بھی کہا گیا ہے۔

خُدا کی حاکمیت ایک حقیقت ہے اور اسی طرح انسان کی ذمہ داری بھی ایک حقیقت ہے۔ شاید یہ دونوں متضاد و متصادم معلوم ہوں اور اکثر ہمارا پہلا ردِعمل بھی یہی ہوتا ہے کہ یہ بات تو خلافِ عقل ہے۔ پولُس رسول نے بھی لوگوں سے یہی شکایت رومیوں 9 باب میں سنی تھی۔ ''پس تُو مجھ سے کہے گا پھر وہ کیوں عیب لگاتا ہے؟ کون اُس (خُدا) کے ارادہ کا مقابلہ کرتا ہے؟'' (رومیوں 9 باب 19 آیت)۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ خُدا ہمارے تمام افعال کا حکم دیتا ہے۔ یہ بات خُدا کو کس طرح ہمارا جائز یا درست منصف بناتی ہے کہ وہ ہماری کمزوریوں پر عیب لگائے؟ پولُس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ وہ یہاں پر خُدا کے افعال کی معقولیت کی وضاحت کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ استفسار کی رُوح کی ملامت کرتا ہے۔ ''اے انسان بھلا تُو کون ہے جو خُدا کو جواب دیتا ہے؟[7]'' (رومیوں 9 باب 20 آیت)۔

مخلوق کا کوئی حق نہیں

معترض کو جو بات سیکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ بطورِ مخلوق اور گنہگار اُسے خُدا کی منکشف مرضی اور ارادہ پر عیب لگانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ مخلوقات اپنے خالق کے خلاف شکایات کا اندراج نہیں کر سکتیں۔ جیسا کہ پولُس مزید کہتا ہے کہ خُدا کی حاکمیت مکمل طور پر راست اور منصف ہے۔ اپنی تخلیق پر اپنا فیصلہ سنانا اُسکا قطعی و حتمی حق ہے۔[7] اسی خط کے شروع میں پولُس یہ بات بھی واضح کر چکا ہے کہ خُدا کی گنہگاروں کی عدالت بھی قطعی طور پر راست اور درست ہے کیونکہ ہمارے گناہ از بس اُسکی سزا کے مستحق ہیں۔[8] اس ضمن میں ہمارا کام خُدا کے فیصلوں کو منظور کرنا اور بطورِ بادشاہ اور منصف خُدا کی راستبازی کی تعریف کرنا ہے۔ یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اس بات پر قیاس آرائی کریں کہ کس طرح خُدا کی حاکمیت اُس کی راست عدالت کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے اور نہ ہی ہم اُس کی حاکمیت اور انصاف کے تعلق پر سوال اُٹھا سکتے ہیں کہ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے؟ یہ سوال انسان کے لئے ناقابلِ تصفیہ ہے۔ ہماری قیاس آرائیاں خُدا کی ذات

---

[7] رومیوں 9 باب 20 آیت سے لیکر

[8] رومیوں 1 باب 18 آیت سے لیکر اور خاص کر 32 آیت؛ رومیوں 2 باب 1 تا 16 آیات۔

اور افعال کو ناپ نہیں سکتیں۔ ہمارا خالق ہمیں واضح اور حتمی طور پر بتا چکا ہے کہ وہ حاکم مالک اور راست منصف ہے اور ہمیں اسی بات پر اکتفا کرنا چاہیے۔ہم اُس کے کلام اور بات کو ماننے سے کیوں پس وپیش کرتے ہیں؟ جو کچھ خالق نے کہا ہے کیا ہم اُس کا بھروسہ نہیں کر سکتے ؟

خالق اپنی مخلوق کے لئے بعید الفہم ہے

جب خُدا کے کلام میں ہمارا ایسے بھید سے سامنا ہو تو ہمیں کسی بھی صورت میں حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ خالق اپنی مخلوق کے لئے بعید الفہم ہے۔ایک ایسا خُدا جس کو ہم مطلق طور پر جان سکتے ہیں اور جس کا اپنے بارے میں مکاشفہ ہمارے لئے بھید سے کم ہو ایسا خُدا انسانی تصوارت پر مبنی اور قطعی طور پر بائبل کے خُدا کے برعکس محض ایک تخیلاتی خُدا ہو گا۔ کیونکہ بائبل کا خُدا اپنے بارے میں خود کہتا ہے کہ ''خُداوند فرماتا ہے کہ میرے خیال تمہارے خیال نہیں اور نہ تمہاری راہیں میری راہیں ہیں۔ کیونکہ جس قدر آسمان زمین سے بلند ہے اُسی قدر میری راہیں تمہاری راہوں سے۔۔۔۔'' (یسعیاہ 55 باب 8 آیت سے آگے)۔

تضاد کا ایسا تصور جس کا اب ہمیں سامنا ہے وہ بائبل میں ایسی بہت ساری چیزوں میں سے ایک ہے۔لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو انسان کو تضادات معلوم ہوتے ہیں اُن سب کی موافقت اور حل خُدا کے ذہن اور مرضی میں پوشیدہ ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ ایک دن آسمان پر اُن کو سمجھ سکیں گے۔ تاہم دریں اثنا ہمیں اپنی حکمت سے دونوں بظاہر برعکس سچائیوں کی اہمیت کو برابر تصور کرنا چاہیے۔ اور اِن دونوں کو اُسی تعلق سے ایک ساتھ تھامے رکھنا چاہیے جیسے بائبل مقدس نے اُن کو تھامے رکھا ہے۔اور یہ بات سمجھنا چاہیے کہ یہ ایک بھید ہے جسکی وضاحت ہم اس دُنیا میں نہیں کر سکتے۔

اغلاط جن سے بچنے کی ضرورت ہے

یہ بات کہنی تو آسان ہے لیکن کرنی مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے ذہن تضادات کو پسند نہیں کرتے۔ ہم ہر چیز کو تمام تر بھیدوں ، معموں یا ابہام کو عقلی صراحت کی گٹھری میں باندھنا چاہتے۔ چنانچہ ہم اپنے ذہنوں سے الٰہیات کی صراحت کے لئے غیر منطقی اور خلافِ شرع

طریقوں سے تضادات کو دبانے یا دستبرداری کے ذریعے ایک سچائی کے دوسری کے حق میں اختلافی قوانین نکال پھینکنا چاہتے ہیں۔ مذکورہ مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ ہمارے لئے آزمائش یہ ہے کہ ہم ایک سچائی کی تخفیف کر کے اور اُسکی صورت کو مسخ کر کے دوسری پر زور دینا چاہتے ہیں۔

☆انسان کی ذمہ داری یوں پیش کرنا کہ خُدا کی حاکمیت خارج ہو جائے

☆خُدا کی حاکمیت کی یوں توثیق کرنا کہ انسانی ذمہ داری تباہ ہو جائے

اِن دونوں اغلاط سے اجتناب ضروری ہے۔ اِن دونوں آزمائشوں یا اغلاط کے بارے میں بشارت کے تعلق سے سوچنا انتہائی عمدہ بات ہے۔

اوّل انسانی ذمہ داری کے حوالہ سے ایک خصوصی آزمائش ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ انسانی ذمہ داری ایک حقیقت اور بڑی قطعی حقیقت ہے۔ انسان کی اپنے خالق کی بابت ذمہ داری، فی الحقیقت اُسکی زندگی کی ایک بنیادی صداقت ہے۔ اور اِس کو سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ خُدا نے ہمیں ذمہ دار اخلاقی بشر کے طور پر بنایا ہے اور وہ ہم سے کسی اور شے جیسا سلوک روا نہیں رکھے گا۔ اُس کا کلام ہم سے انفرادی طور پر مخاطب ہے اور ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے افعال، توجہ، نیت اور اپنے ایمان اور بے ایمانی، اپنی فرمانبرداری اور نافرمانی کا ذمہ دار ہے۔ ہم خُدا کے مکاشفہ کی بابت اپنے ردِعمل کی ذمہ داری سے گریز نہیں کر سکتے۔ ہم خُدا کی شریعت کے ماتحت زندگی گزارتے ہیں۔ ہم اپنی زندگیوں کے لئے خُدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ انسانی ذمہ داری کے تصور کو سنجیدگی سے لیا جائے۔ لیکن اس عمل سے ہمارے ذہنوں سے خُدا کی حاکمیت کا تصور خارج اور ختم نہیں ہو جانا چاہیے۔ جیسا کہ اس بات کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ نجات کی منادی کریں اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ صرف خُدا ہی نجات بخشتا ہے۔ ہمارا بشارت کا کام صرف ایک وسیلہ ہے جو خُدا اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اور بچانے والی قدرت بشارتی وسیلہ میں نہیں۔ یہ قدرت خُدا کے ہاتھ میں ہے جو اس وسیلہ کو استعمال کرتا ہے۔ آخر میں ہمیں کسی بھی مرحلہ پر کبھی بھی یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ خُدا کی حاکمیت اور انسان کی ذمہ داری دونوں حقیقی ہیں۔

الٰہی حاکمیت اور انسانی ذمہ داری: نجات میں خُدا کے فضل سے متعلقہ مسیحی ایمان کے دو پہلوؤں کا گہرا جائزہ ہے۔ آج بہت سارے لوگ نجات میں خُدا کی حاکمیت کو انسانی ذمہ داری کی قیمت پر مسخ کرتے ہیں اور بعض خُدا کی حاکمیت کی قیمت پر انسان کی ذمہ داری کو رد کرتے ہیں۔ تاہم بائبل اِن دونوں کو سچ بیان کرتی ہے۔ (ا) برگزیدوں کے چناؤ میں خُدا کی حاکمیت ہے۔ (۲) بطور مخلوق سب انسانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ نجات کے لئے خُدا کو پکاریں۔ بہت سارے لوگ اِن دونوں میں موافقت پیدا کرنے میں یہ غلطی کرتے ہیں کہ وہ خُدا کی حاکمیت کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر انسانوں کو خُدا کی طرف بلانے سے گریز کرتے ہیں۔ یا پھر وہ لوگوں کو اپنے دل میں مسیح کو دعوت دینے کی ترغیب تو دیتے ہیں لیکن اُنکی زندگیوں پر خُدا کی حاکمیت کی تعلیم نہیں دیتے۔ اس کتابچہ میں اِن دونوں سچائیوں کو بڑے متوازن اور نہات احسن طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے اِن دونوں میں سے کسی ایک پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ مصنف بڑی خوبصورتی سے بیان کرتا ہے کس طرح یہ دونوں سچائیاں خُدا کی بے انتہا خردمند مصلحت میں ایک ساتھ پائی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر جے۔ آئی۔ پیکر ایک مایہ ناز ماہر الٰہیات اور واعظ ہوگزرا ہے۔ ڈاکٹر پیکر کی تصانیف مسیح مرکوز اور بائبلی ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی سادہ مگر گہری ہیں۔